اتر یں ،چھوڑ اس میں تحریف وترمیم کرنا منافیٔ ایمان اور مفسدِ آخرت ہوگا۔

ہمارے ملک کے مشہور ادیب رئیس احمد صاحب جعفری نے اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ بلاشبہ ان کی خدمت اس لحاظ سے قدر کی مستحق ہے کہ ہماری نوخیز نسل کے اساتذہ اور والدین اور عام پڑھے لکھے لوگ اس کے ذریعے یہ جان سکتے ہیں کہ مغربی ممالک نے اپنے فلسفۂ حیات کے سانچے میں مستقبل کے انسانوں کو ڈھالنے کے لئے کتنی فکری کاوشیں اور کتنے عملی تجربات کر ڈالے ہیں اور تعلیم وتربیت کے فن کو فروغ دینے کے لئے کتنے ہی مختلف مدارس فکر وعمل وجود میں آچکے ہیں ــــــ لیکن جب ہم اس نقطۂ نظر سے سوچتے ہیں کہ ہمیں ایک اسلامی نظام تعلیم وتربیت کی تعمیر میں یہ کتاب کس حد تک مدد دے سکتی ہے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ایک مصری کتاب کا ترجمہ شائع کرنے سے بہتر یہ ہوتا کہ جعفری صاحب بطور خود ایک نئے زاویۂ نگاہ کے ساتھ مغرب کی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی تحقیقی چیز پیش کرتے۔ لیکن چونکہ ترجموں کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے بدرجۂ آخر کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب پر ایک جامع مقدمہ ایسا لکھا جانا چاہئے تھا جس میں اسلامی فلسفۂ تعلیم وتربیت کو نمایاں کیا جاتا اور اسی فلسفہ کی روشنی میں پیشِ نظر کتاب پر مترجم خود ایک تبصرہ فرما دیتے۔ یہ چیز عام مطالعہ کرنے والوں کو بڑی مدد بہم پہنچاتی۔

تاہم اب جبکہ ایک کتاب ہمارے سامنے تبصرہ کے لئے آئی ہے تو اب ہم اس پر اسی حیثیت سے غور کریں گے جیسی کچھ کہ یہ ہے۔

کتاب سے ہمارا اولین تاثر یہ ہے کہ اس میں روانی وبے ساختگی کی کمی ہے۔ یہ چیز اگر اصل کتاب میں تھی تو قصور مصنف کا ہے، لیکن اگر یہ ترجمہ کی وجہ سے ہے تو ذمہ داری مترجم پر ہے۔ اس قسم کے خشک موضوعات پر جو کچھ لکھا جائے اس میں اگر زبان کی شگفتگی اور اسلوب کی ندرت موجود نہ ہو تو پڑھنے والوں کی تعداد ہمیشہ کم رہا کرتی ہے۔

کتاب کے ابواب کی ترتیب یا پھر ان کی عنوان بندی میں کچھ نہ کچھ بے تکا پن جھلکتا ہے۔ مثلاً پہلا باب "تربیت اور اس کا مفہوم" ہے، دوسرا "تربیت کی اہمیت" اور پھر متعدد ابواب تربیت کی اقسام کے متعلق

چلتے ہیں، لیکن یکایک دیکھتے ہیں تو ساتواں باب محض "تربیت" کے عنوان سے سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح چوتھا باب ہے "صحیح اور موزوں تربیت" لیکن اس کے ساتھ ہی پانچواں باب "تربیت صحیحہ" کا ہے۔ دونوں کے عنوان کے معنی و مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ اکیسواں باب "مدرسہ" کا ہے اور بائیسواں بھی اسی عنوان سے ہے۔ اکتیسواں باب ہے "بچوں کی توجہیں" اور اس عنوان کا کچھ مفہوم سمجھ میں نہ آسکے گا تاوقتیکہ سارا باب نہ پڑھ لیا جائے۔

علاوہ بریں اصطلاحات کے تراجم میں بھی ضروری حد تک غور و خوض نہیں کیا گیا بلکہ بیشتر اصطلاحات اصل کتاب سے جوں کی توں لے لی گئی ہیں جو مصری ذہن کے لئے تو قابلِ ہضم ہیں، لیکن اردو کا مزاج ان کو جزو بدن نہ بنا سکے گا۔ مثلاً طریقۂ تنغیبہ، طریقۂ تدریب و مرانت، طریقۂ ابتکار و انتاج ——— وغیرہ! اسی طرح انگریزی اصطلاح THE MEASURMENT OF NITELLEGENCE کا ترجمہ "ذہانت کا پیمانہ" کیا گیا ہے۔ اس کے بجائے "پیمائشِ ذہانت" موزوں تر تھا، لیکن دونوں صورتوں میں اصطلاح کا مزاج تمام تر انگریزی ہی بنتا ہے۔ اردو میں قابلیتوں اور ذہنی و دماغی خوبیوں کے بارے میں ناپنے اور پیمائش کرنے کے محاورات نہیں پائے جاتے، بلکہ یہاں ان امور کے لئے "تولنے" کا محاورہ استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ اقبال نے کہا ہے کہ:-

بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے!

پس مذکورہ اصطلاح کو اردو کے مزاج کے سانچے میں ڈھالنے کی صورت میں صحیح ترجمہ ہوگا "میزانِ ذہانت" اور اس کے ساتھ "وزنِ ذہانت"، "توازنِ ذہانت" وغیرہ کی اصطلاحات بھی وجود میں آئیں گی، جو اپنے اپنے موقعوں پر کام دیں گی۔

بہرحال تعلیم و تربیت کے فن پر ہمارے ہاں کتابوں کی جو کمی ہے، اس کے پیشِ نظر ہمیں اس کتاب کا خیر مقدم کرنا چاہیئے۔ اس کے معلومات افزا ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ (ن۔ ص)

منشور اقوام متحدہ

مرتبہ و مترجمہ: جناب احمد عبد اللہ المسدوسی صاحب بی۔ اے، ایل، ایل، بی۔

شائع کردہ: مکتبہ خدام امت۔ اے۔ ایم۔ ۴۔ فریر روڈ۔ کراچی۔